اقبال اور ہمارے مسائل

ایس۔ اے۔ واحد

بیا بمجلس اقبال و یک دو ساغر کش
اگرچه سر نتراشد قلندری داند

معزز حاضرین! جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے آج ہم شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی برسی کے موقع پر ان کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے جمع ہوئے ہیں(۱)۔ آپ سب جانتے ہیں کہ آج جن حالات سے پاکستان دو چار ہے اس کی مثالیں تاریخ اسلام میں کم ملتی ہیں۔ ہماری ناگفتہ بہ حالت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس بحران کی حالت میں ہم پھر اس مفکر اعظم کی طرف رجوع کریں جس کی بصیرت نے ایک پرآشوب زمانہ میں ہماری رہبری کی تھی۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ آج ہم کو حضرت حکیم الامت کے فکر اور پیغام کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی قوم ان کے پیغام سے نا آشنا اور غافل ہوگئی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اقبال اکیڈمی اور ہر ادارہ جس کا تعلق علامہ کی ذات گرامی سے ہو ان کا پیغام پاکستان ہی میں نہیں بلکہ اسلامی دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچائے۔

یوں تو علامہ مرحوم پر ہزاروں مضامین اور سینکڑوں نظمیں لکھی گئی ہیں مگر آج میں اس ذات گرامی کا تعارف ایک پاکستانی فاضل کے ان اشعار سے کراتا ہوں۔

حسن ز بصره بلال از حبش صهیب از روم
بیا ببین که چسان بود پور هند اقبال
ترانه اش همه عشق و سرود او همه داد
ز نو بگفت کهن داستان هجر و وصال
فدائے ملت و پیک رجا و خضر طریق
سوار اشهب دوران وحید عصر اقبال

حضرت علامہ کی شخصیت جامع کمالات تھی اور ان کی طبیعت میں جو ہمہ گیری

۱۔ یہ مقالہ استقبالیہ یوم اقبال کراچی مورخہ ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۷۲ء زیر اہتمام اکیڈمی پڑھا گیا۔

تھی اس کی مثالیں دنیا کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ وہ شاعر بھی تھے، حکیم نکتہ دان بھی، وہ ایک عظیم سیاست داں بھی تھے اور ایک ماہر تعلیمات بھی۔ جہاں وہ ایک مشہور قانون داں تھے وہاں وہ اسلامیات کے ایک جید عالم بھی تھے۔ مگر اس سب ہمہ گیری کے باوجود علامہ کی فکر اور فن کا مقصد ایک ہی تھا اور وہ تھا ہمیشہ ارتفاع انسانیت اور معراج بشریت۔ علامہ اپنے کلام اور فکر سے انسان کو اس مقام پر سرفراز دیکھنا چاہتے ہیں جو خالق نے اس کے لئے مقدر کیا تھا اور جس کو مولانا روم نے بلیغ انداز میں یوں بیان کیا ہے :۔

فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر

علامہ کو انسانی فلاح اور انسان کے ارتفاع سے کتنا لگاؤ تھا اور اس مفکر اعظم نے بنی آدم کی بہبودی کی خاطر کتنا غور و فکر کیا تھا اس کی طرف خود علامہ یوں اشارہ کرتے ہیں :۔

بہر انسان چشم من شبہا گریست
تا دریدم پردۂ اسرار زیست
از درون کارگاہ ممکنات
برکشیدم سر تقویم حیات

اس تمام غور و فکر سے جو تقویم حیات کا راز ان پر منکشف ہوا تھا وہ انسانوں کو بتا گئے۔ اس کی بابت فرماتے ہیں :۔

ہیچ کس رازے کہ من گویم نگفت
ہمچو فکر من در معنی نہ سفت
سر عیش جاودان خواہی بیا
ہم زمیں ہم آسماں خواہی بیا

جو مقام عالی انسان کا نصب العین ہونا چاہیئے اس تک پہنچنے کے لئے علامہ کی رائے میں ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کی حفاظت کرے اور اس کے استحکام اور توسیع کے لئے جد و جہد کرے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندہ سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

جب ایک فرد اپنی خودی کی اچھی طرح تربیت کر لیتا ہے اور خود کو جماعت کے ساتھ منسلک بھی کر لیتا ہے تو قدرت اس کو کائنات میں اعلیٰ ترین مقام عطا کرتی ہے، اور اس کی زندگی کو کامرانی اور خوشحالی سے ہمکنار کرتی ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں، اور بیرون دریا کچھ نہیں

اس بلیغ اور دلکش شعر میں حضرت علامہ نے اپنے خاص انداز میں فرد اور ملت کا تعلق بیان کردیا ہے۔ یہ تعلق عمرانیات کے نقطۂ خیال سے بڑا اہم سوال ہے۔ اور بنی نوع انسان کی خوشحالی کا اس پر اتنا انحصار ہے کہ مفکرین عالم نے ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس مسئلہ پر غور کیا ہے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ خودی کے دو پہلو ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی۔ انفرادی خودی کی تکمیل اور نشو و نما کے لئے حریت کی ضرورت ہے اور اجتماعی خودی کی تکمیل کے لئے مساوات اور اخوت ضروری ہیں۔ یورپ کی عمرانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ تاریخ دراصل حریت اور مساوات کے تصادم اور تنازع کی دلخراش داستان سے بھری ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ میں جماعت کے سامنے فرد کی کوئی حیثیت نہ تھی اور فرد ہر لحاظ سے جماعت کا تابع تھا۔ نشاۃ ثانیہ کے بعد اس کے خلاف ایک ردعمل شروع ہوا اور اس ردعمل کے ساتھ جمہوریت کی تحریک شروع ہوئی۔ اور جمہوریت کی بنا مساوات پر تھی۔ اس تحریک کا ایک شاخسانہ سرمایہ داری کی تہذیب تھا۔ اس تہذیب کا لب لباب یہ تھا کہ اصل چیز ایک فرد کی حریت ہے اور اس کے سامنے اجتماعی زندگی کے آئین اور ضابطے بے معنی ہیں۔ سرمایہ داری نظام جب کافی پھیل گیا تو اس کے نقائص رونما ہوئے اور اس کے نتیجہ میں جب ردعمل شروع ہوا تو آمریت کے مختلف نظام مثلاً اشتراکیت، فسطائیت اور نازیت نمودار ہوئے۔ ان آمری نظاموں کے تحت فرد کی کوئی حیثیت ہی باقی نہ رہی۔ علامہ اقبال حریت کو ضروری خیال کرتے ہیں اور انہوں نے انفرادی خودی کی نشو و نما کے لئے حریت کو لابدی قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اجتماعی ضبط و آئین اور مساوات کے بھی قائل ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسرار خودی کے ساتھ ساتھ اس دانائے راز نے رموز بےخودی کی بھی تلقین کی ہے۔ دراصل یہ سب کچھ نتیجہ ہے قرآنی تعلیمات کا۔ قرآن کریم کی تعلیمات کا یہ خاصہ ہے کہ ان تعلیمات کے زیر اثر انسان کو بیک وقت حریت، مساوات اور اخوت کا سبق دیا جاتا ہے۔ فرد کی خودی کی حقیقی تکمیل اور فرد اور ملت کا حقیقی اور صحیح ربط صرف دین اسلام ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملت کا صحیح تصور اسلام میں ہے۔ اسلام میں ملت کی اساس توحید اور رسالت ہے۔ اور اس تصور میں نہ تو قومیت کی گنجائش ہے نہ وطنیت کی۔ نہ

علاقہ واریت کی، نہ رنگ و نسل کے امتیازات کی ۔

فرد اور جماعت کا تعلق ایک قسم کا زندہ تعلق ہے، اور فرد اگر چاہے بھی تو اپنے آپ کو جماعت سے علیحدہ نہیں کرسکتا ۔ ہر معاشرہ میں حالات جدا ہوتے ہیں ۔ بعض حالات میں فرد کی خودی کی تکمیل اور تربیت پر زیادہ توجہ دینی پڑتی ہے اور بعض حالات میں اجتماعی خودی پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس وقت پاکستان میں ہمارے معاشرہ کی حالت ایسی ہے کہ فرد اور معاشرہ کی صحت کا یہ تقاضا ہے کہ اجتماعی خودی پر ہم زیادہ توجہ دیں ۔ (انگریزی حکومت کے دوران مسلمانوں کی انفرادی خودی اسقدر خستہ اور مفلوج تھی کہ انفرادی خودی کی تکمیل کے بغیر ملت کی خودی کی توسیع اور تربیت کا تصور بھی بیش از وقت تھا مگر اب جب کہ معاشرہ آزاد ہے اجتماعی خودی کی اہمیت ملت کی ترقی اور ارتقاء کے لئے بے حد ضروری ہوگئی ہے ۔ انفرادی خودی کی تربیت اپنی جگہ ضروری ہے مگر اجتماعی خودی یعنی بےخودی کی صحیح تربیت کے بغیر ہمارا معاشرہ زندہ معاشروں میں ہی تصور نہیں کیا جا سکتا ہے)۔ بےخودی اس ملت میں جس کی اساس توحید اور نبوت ہو بھلا قومیت، وطنیت، علاقہ واریت، نسلی امتیاز اور رنگ و نسل کی فضیلت کی روادار کب ہوسکتی ہے ۔ علامہ سنہ ۱۹۰۸ء سے نظریۂ قومیت کے خلاف تھے ۔ نظریۂ قومیت کی تبلیغ اقوام مغرب نے اسلام کی آفاقیت کی مخالفت میں شروع کی تھی ۔ دولت عثمانیہ کے عروج کے زمانہ میں یورپ کی بہت سی عیسائی قومیں ان کے زیر تسلط تھیں ۔ ان میں نظریۂ قومیت کی تبلیغ سے ان چھوٹی چھوٹی قوموں کو یورپ کی عیسائی طاقتوں نے ترکی کے خلاف آمادۂ پیکار کیا ۔ ان اقوام مغرب میں پیش از پیش انگریز تھے جو صدیوں سے اسلام کے بدترین دشمن رہے ہیں ۔ جب بلقان میں ان عیسائی قوتوں کو کامیابی ہوئی تو انہوں نے نظریۂ قومیت کی تبلیغ عرب دنیا میں کی ۔ اس میں ان دشمنان اسلام کو کتنی کامیابی حاصل ہوئی وہ آج ہمارے سامنے ہے ۔ مگر مسلمان سادہ لوح ہوتے ہیں یہ انگریز کی عیاری کو سمجھ نہ سکے ۔ علامہ انسانیت کے لئے نظریۂ قومیت کو سم قاتل تصور کرتے ہیں ۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ۔

عقدۂ قومیت مسلم کشود
از وطن آقائے ما هجرت نمود
هجرت آئین حیات مسلم است
این ز اسباب ثبات مسلم است

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ۔

جوہر ما با مقامے بستہ نیست بادۂ تندش بجامے بستہ نیست
ہندی و چینی سفال جام ماست رومی و شامی گل اندام ماست
قلب ما از ہند و روم و شام نیست مرز بوم او بجز اسلام نیست
مسلم استی دل باقلیمے مبند گم مشو اندر جہان چون و چند

قومیت کے ساتھ علامہ نے وطنیت کے تصور کو بھی نہایت مضر قرار دیا ہے ۔ حتیٰ کہ جب مولانا حسین احمد نے کہا کہ قومیت وطن سے ہیں تو علامہ نے اس بارہ میں ایک قطعہ لکھا ۔

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ
ز دیوبند حسین احمد این چہ بوالعجبی است
سرود بر سرمنبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفےٰ برسان خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

چونکہ ملت اسلامیہ کی بنیاد توحید و رسالت ہے اس لئے اس ملت کی کوئی نہایت مکانی نہیں ہے ۔

جوہر ما با مقامے بستہ نیست
بادۂ تندش بجامے بستہ نیست
ہندی و چینی سفال جام ماست
رومی و شامی گل اندام ماست
قلب ما از ہند و روم و شام نیست
مرز بوم او بجز اسلام نیست

حضرت سلمان سے جب کسی نے ان کی کنیت دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا سلمان ابن اسلام ابن اسلام ۔ الغرض مسلمان کے لئے اسلام کا تعلق نسب و رنگ و نسل کے تمام تعلقات پر افضل ہے ۔ وطن اور علاقہ سے افراد کو تعلق ضرور ہے مگر نہ تو وطن نہ ہی علاقہ ملت کی اساس بن سکتے ہیں۔ وطنیت کے متعلق علامہ ایک نہایت دیدہ افروز مثال میں فرماتے ہیں ۔

آن کف خاکے کہ نامیدی وطن
این کہ گوئی مصر و ایران و یمن

با وطن اهل وطن را نسبتے است
زانکه از خاکش طلوع ملتے است
اندریں نسبت اگر داری نظر
نکته بینی زمو باریک تر
گرچه از مشرق برآید آفتاب
با تجلی هائے شوخ و بے حجاب
فطرتش از مشرق و مغرب بری است
گرچه او از روئے نسبت خاوری است

انسان کی تنگ نظری ہے کہ روحانی اقدار کو نظر انداز کرکے انسان اپنا رشتہ مادی اقدار سے جوڑتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانی تعلقات میں ایک بدنظمی اور عیر آهنگی پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ کشت و خون ہے۔

خویشتن را ترک و افغان خواندهٔ
وائے بر تو آنچه بودی ماندهٔ

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پاکستانی رنگ و نسل کے امتیازات ترک کر دیں اور بھول جائیں کہ کون پنجابی ہے، کون سندھی ہے اور کون بلوچی۔ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ ع

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاهی ہو یا اعرابی والا گہر!
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رهگذر

رنگ و نسب کی تمیز اتنی بے معنی چیز ہے کہ علامہ نے فرمایا ہے:

غبار آلودهٔ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

ہمارا دستور العمل تو یہ ہونا چاہئے:

نه افغانیم و نے ترک و تتاریم چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است که ما پرورده یک نو بهاریم

ملت کو یاد رکھنا چاہئے۔

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاهی ہو یا اعرابی والا گہر!

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہگذر

مغرب کی قوت کا ذکر کرتے ہوئے بارہا علامہ نے کہا ہے کہ اس قوت کا راز اس میں مضمر ہے کہ اس نے نظام عالم کی قوتوں کو مسخر کر لیا ہے ۔

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب
نے ز رقص دختران بے حجاب!
محکمی او را نہ از لادینی است
نے فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است
از همیں آتش چراغش روشن است

آج کی دنیا میں کسی قوم کو با مراد اور کامران زندگی بسر کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے افراد علوم سائنس میں تحقیقات کریں اور تجسس و تخص کو اپنا شعار بنائیں ۔ جن قوموں نے کائنات کو مسخر کر لیا ہے صرف وہ ہی آج دنیا میں عزت کی زندگی بسر کر رہی ہیں ۔ ان کے مقابلہ میں مسلمان خستہ ہیں، بیچارہ ہیں ذلیل ہیں اور درماندہ ہیں اس لئے علامہ نے پاکستان کو یہ پیغام دیا ہے کہ پہلے کائنات کا مطالعہ کریں اور ان کے بعد اس کو مسخر کریں ۔ جن قوموں نے اشیائے کائنات کے خواص سے آگاھی حاصل کر لی ہے وہ آج دنیا پر حکمران ہیں ۔ اگر پاکستانی بھی دنیا میں پھر عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو بھی چاہئے کہ سائنس میں ترقی کریں ۔

علم اسما اعتبار آدم است حکمت اشیا حصار آدم است

اس شعر میں کلام ربانی کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے و علم آدم الاسماء کلہا (۲ : ۳۱) ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

ہر کہ محسوسات را تسخیر کرد
عالمے از ذرۂ تعمیر کرد
اے کہ از تاثیر افیون خفتہ
عالم اسباب را دون گفتہ
خیز و وا کن دیدۂ مخمور را
دوں مخوان ایں عالم مجبور را

غایتش توسیع ذات مسلم است
امتحان ممکنات مسلم است

الغرض علامہ کا پیغام تمام دنیا کے لئے اور خصوصاً مسلمانان عالم کے لئے یہ ہے کہ سائنس کی تعلیم میں جد و جہد کریں اور قوی نظام عالم کو مسخر کریں چونکہ دنیا میں کامیابی انہی قوموں کے لئے مقدر ہے جنہوں نے سائنس کی تعلیم میں سبقت کی ہے۔ علامہ نے اپنے پورے کلام میں اور دیگر تصنیفات میں بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر انسانی ترقی جس کی اساس روحانی اقدار پر نہ ہو ایک شاخ نازک پر آشیاں سے زیادہ نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ جیسا ہم ذکر کر چکے ہیں ملت کی آسائش ہی کو انہوں نے توحید اور رسالت پر قرار دیا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں علامہ نے جن خیالات کا اظہار اپنی الہ آباد والی تقریر میں کیا تھا وہ ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں علامہ نے فرمایا تھا:

''ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ آڑے وقتوں میں اسلام ہی نے مسلمانوں کو قائم اور برقرار رکھا ہے۔ اس کے برخلاف مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔ اگر آج اپنی نگاہیں پھر اسلام پر جمادیں اور اس کے زندگی بخش تخیل سے متاثر ہوں تو آپ کی منتشر اور پراگندہ قوتیں از سر نو جمع ہو جائیں گی اور آپ کا وجود ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی ایک نہایت معنی خیز آیت ہے کہ ہمارے نزدیک ایک پوری ملت کی موت و حیات کا سوال ایسا نہیں ہے جیسے نفس واحد کا۔ پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم مسلمان جو بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ ہم ہی تھے جو سب سے پہلے انسانیت کے اس بلند اور ارفع تصور پر عمل پیرا ہوئے ایک نفس واحد کی طرح زندہ رہیں''۔

علامہ کے ان حیات بخش اور بصیرت افروز خیالات سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا علاج یہ ہی ہے کہ ہم ایک نئے عزم کے ساتھ اسلام کا دامن پکڑ لیں۔ لادینی سلطنت ایک لغو اور بے معنی چیز ہے۔ مذہب سے بیگانہ ہو کر کوئی تمدن زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتا ہے اور ہماری تمام مشکلات کا علاج اسلام ہی ہے الغرض حکیم الامت نے ہمارے تمام مسائل کا حل تجویز کر دیا ہے۔ علاج سیدھا اور موثر ہے۔ پہلے تو ملت خودی اور خصوصاً اجتماعی خودی کی تربیت کی طرف متوجہ ہو اور قومیت، وطنیت، علاقہ واریت اور رنگ و نسل کے امتیازات کو ترک کر دے، علاقہ واریت اور قومیت میں ملت کے لئے تباہی ہے۔ ملت کو چاہیئے کہ سائنس کے مطالعہ اور

تحقیق پر پوری توجہ مرکوز کرے اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اسلام کا دامن پکڑ لے -

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دین میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

...

ولایت ، پادشاہی ، علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط ایک نکتۂ ایمان کی تفسیریں

...

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی !

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-2006